140036-کیا عقد نکاح کے وقت خاوند پر قبیلے کے سرداروں کو کچھ مبلغ کی ادا کرنا لازم ہے ؟

سوال

ہمارے ہاں جہاں میں پیدا ہوا ہوں شادی کے وقت ایک رسم اور عادت ہے جس کے بارہ میں مجھے شک سا ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ قبیلے کے سرداروں کو کچھ رقم دیتا ہے، یہ رقم قبیلے کے بڑے افراد میں تقسیم کی جاتی ہے .

اور یہ مال مہر میں شامل نہیں ہوتا بلکہ زائد اخراجات میں شامل کیا جاتا ہے جو مہر میں شامل نہیں، اور کم از کم پانچ سوڈالر دینا ضروری ہیں، برائے مہربانی مجھے بتائیں کہ اس میں دین اسلام کی رائے کیا ہے ؟

پسندیدہ جواب

شافعیہ کے ہاں اگر کسی شخص نے عورت
سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ عورت کے باپ کو ایک ہزار دے گا، یا پھر خاوند اسے ایک
ہزار دے گا، تو دونوں صورتوں میں ہی مہر فاسد ہو جائیگا؛ کیونکہ اس نے شرمگاہ کے
مقابلہ میں بیوی کے علاوہ کسی اور کو مال دیا ہے، اس طرح ان کے ہاں دونوں صورتوں
میں عورت کو مہر مثل حاصل ہوگا، کیونکہ مہر مسمی فاسد ہو چکا ہے .

اور حنابلہ کہتے ہیں : صرف عورت کے باپ
کے لیے بیٹی کے مہر سے اپنے لیے کچھ رقم لینے کی شرط رکھنا جائز ہے، اس لیے اگر اس
نے بیٹی کی شادی ایک ہزار بیٹی اور ایک ہزار اپنے لیے پر کی تو یہ اتفاق صحیح ہے،
اور یہ سارا مہر ہی ہوگا، اس کے سارے مال کی طرح باپ ملکیت کی نیت اور قبضہ کرنے کی
صورت میں ہی اس کا مالک بنے گا، اس کی شرط یہ ہے وہ بیٹی کا مال ہڑپ نہ کر جائے .

اور اگر یہ شرط رکھی جائے کہ سارا یا
کچھ مہر باپ کے علاوہ کسی اور کو ملے گا مثلا دادا یا بھائی یا وہ باپ جس کا مالک
بننا صحیح نہیں، تو یہ مہر مقرر کرنا صحیح ہوگا لیکن شرط لغو ہوگی، اور سارے کا
سارا مہر عورت کو ہی ملے گا کیونکہ اس نے جو شرط رکھی ہے وہ سب شادی کے عوض میں ہے
تو اس طرح یہ عورت کا مہر ہوگا.

دیکھیں : الام (78/5) اسنی
المطالب (205/3) الانصاف (248/8) الفقہ الاسلامی وادلتہ (263/9).

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"لڑکی کے باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ
بیٹی کے مہر میں سے اپنے لیے بھی کچھ کی شرط رکھ لے، اسحاق رحمہ اللہ کا قول یہی
ہے، اور مسروق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو اپنے
لیے دس ہزار کی شرط رکھی اور اسے حج اور مسکینوں میں خرچ کیا، پھر کہنے لگے : اپنی
بیوی کو بھی تیار کرو"

اسی طرح علی بن حسین رحمہ اللہ سے
بھی مروی ہے، اور عطاء، طاؤوس، عکرمہ، عمر بن عبدالعزیز، ثوری، ابو عبید کا کہنا
ہے، یہ سارا عورت کے لیے ہوگا"

اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اگر ایسا کرے تو عورت کو مہر مثل
ملے گا، اور جو مہر مقرر کیا گیا تھا وہ فاسد ہو جائیگا؛ کیونکہ اس فاسد شرط کی بنا
عورت کے مہر میں کمی ہوئی ہے؛ اور اس لیے بھی کہ مہر تو بیوی کو دینا واجب ہے، اور
اس کی شرمگاہ کے عوض میں ہے، اس طرح وہ مجہول رہے گا، کیونکہ اس شرط کی بنا پر جو
مہر میں کمی ہوئی ہے ہمیں وہ پوری کرنا ہے، اور یہ مجہول ہے اس طرح یہ فاسد ہو جائیگا.

اور اگر یہ شرط باپ کے علاوہ کسی اور
کے لیے لگائی گئی ہو مثلا دادا یا بھائی یا چچا کے لیے تو یہ شرط ہی باطل ہوگی،
امام احمد نے یہی بیان کیا ہے کہ جو مہر مقرر کیا گیا ہوگا وہ سب عورت کو ملے گا،
ابو حفص یہی بیان کرتے ہیں، مسئلہ کے ابتدا میں ہم نے جن علماء کے نام ذکر کیے ہیں
ان کا قول بھی یہی ہے.

اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں :
اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا، اور قاضی رحمہ اللہ نے بھی " المجرد " میں یہی بیان
کیا ہے " انتہی مختصرا.

دیکھیں : المغنی ابن قدامہ (171/7
.(172

جب یہ واضح ہوگیا کہ باپ کی اپنی
بیٹی پر ولایت ہونے اور اس کے نکاح کا باپ کے ہاتھ میں ہونے کے باوجود اپنے لیے جو
شرط رکھے اس میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، اور راجح قول یہی ہے کہ مہر
میں باپ اپنے لیے کچھ شرط نہیں لگا سکتا، اور باپ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ولی یہ
شرط رکھے تو وہ شرط ہی باطل ہوگی، اس طرح یہ واضح ہوا کہ :

قبیلہ کے سردار اور بڑے یا کوئی
دوسرا ولی جو شادی کرانے میں مال کی شرط رکھتے ہیں اس کا بطلان اظہر من الشمس ہے ،
اور یہ لوگوں کا ناحق مال ہڑپ کرنے کے مترادف ہے، اور یہ ظالمانہ ٹیکس ہے جو ظالم و
جابر لوگوں پر لگا رہے ہیں.

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے درج ذیل
سوال کیا گیا :

ہمارے ہاں عادت و رسم ہے کہ جب کوئی
شخص شادی کرتا ہے تو اس کے لیے شرط رکھی جاتی ہے کہ وہ کچھ مبلغ مثلا بیس ہزار مہر
کے علاوہ ادا کرے اور یہ شرط عقد نکاح میں لکھی جاتی ہے، یہ مبلغ عورت کا باپ یا
پھر جو ولی بن کر اس کی شادی کر رہا ہو خود لیتا ہے، لیکن اس میں سے بیوی کو کچھ
نہیں دیا جاتا، کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

"اس سوال پر ہمارا جواب یہ ہے کہ :
مہر یا کوئی نام کی جو چیز بھی نکاح کے عوض میں دی جاتی ہے یہ بیوی کی ملکیت ہے؛
کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے :

**.{اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی
کے ساتھ ادا کرو}.**

لڑکی کے والد یا کسی اور کے لیے جائز
نہیں کہ وہ اس مہر وغیرہ سے اپنے لیے کسی چیز کی شرط رکھے، لیکن جب عقد نکاح ہو جائے
اور خاوند اگر کسی سسرالی رشتہ دار کی تکریم کرنا چاہتا ہو تو اس میں کوئی حرج
نہیں.

اور اسی طرح جب عقد نکاح مکمل ہو جائے
اور بیوی اپنا مہر حاصل کر لے اور لڑکی کا والد اس میں سے کچھ لینا چاہے تو اس میں
کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا
ہے"

لیکن عقد نکاح کے وقت یہ شرط رکھنا
کہ مہر میں سے کچھ لڑکی کا باپ یا بھائی یا کوئی اور جو عقد نکاح کا ذمہ دار ہے
لے گا حرام ہے" انتہی

دیکھیں : فتاوی نور علی الدرب (10/
237236).

اور شیخ رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا
ہے :

"باپ یا کسی اور کے لیے جائز نہیں
کہ وہ لڑکی کے مہر میں سے کچھ تھوڑا یا زیادہ اپنے لیے رکھنے کی شرط لگائے، مہر
سارے کا سارا بیوی کا حق ہے.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

**{اور عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے
ادا کرو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمہارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں
تو اسے کھالو اس حال میں کہ مزے دار و خوشگوار ہے}** النساء (4).

یہاں اللہ سبحانہ وتعالی نے مہر کی
اضافت عورتوں کی طرف کی ہے، اور اس میں انہیں تصرف کرنے کا حق قرار دیا ہے.

لہذا جب مہر عورت کا حق ہے، اور اس
میں اسے ہی تصرف کرنے والی بنایا ہے تو پھر مرد یعنی اس کے ولی کے لیے حلال نہیں کہ
وہ اس میں سے کچھ اپنے لیے رکھنے کی شرط لگائے، چاہے وہ ولی باپ ہو یا کوئی اور؛
لیکن جب عقد نکاح ہو جائے اور مہر بیوی کی ملکیت میں آجائے تو اس کے باپ کو حق ہے

وہ جتنا چاہے اسے اپنی ملکیت لے سکتا ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں ملکیت کی وہ شروط پائی جائیں جنہیں اہل علم نے بیان کیا ہے جن میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ عورت کو اس سے نقصان وضرر نہ ہوتا ہو.

لیکن باپ کے علاوہ کسی دوسرے ولی کو
حق حاصل نہیں کہ وہ عورت کے مہر سے کچھ حصہ کا مالک بن سکے، ہاں یہ اور بات ہے کہ عورت عقلمند ورشیدہ ہواور مال میں تصرف کرنے کی اہلیت رکھتی ہواور اپنی مرضی و رضامندی سے ولی کو کچھ دے.

میں یہ بات اس لیے کر رہا ہوں تاکہ
یہ لالچی اور ڈکارنے والے عورتوں کے مہر کھانے سے باز آجائیں، میرا خیال ہے کہ جب ولی کو یہ علم ہو کہ مہر میں اس کا کوئی حق نہیں، بلکہ یہ خالصتا عورت کا حق ہے،
اور اگر اس نے غیر شرعی طریقہ سے ایک پیسہ میں مہر سے رکھا تو وہ گنہگار ہوگا، اور اس کا کھانا حرام ہے، میرے علم کے مطابق اگر معاملہ ایسا ہی ہو تو ولی کے لیے رشتہ کے لیے آنے والے نوجوان کا رشتہ قبول کرنے میں آسانی ہوجائیگی، شرط یہ ہے کہ اگر وہ رشتہ مناسب وکفووالا ہو، اور عورت اس رشتہ کو قبول کرنے پر راضی ہو. باقی علم تو اللہ کے پاس ہے.

رہی یہ بات کہ اس طرح کے لالچی اور
مال ڈکارنے والے ولی جن کے دل میں رحم نہیں ہے، اور شفقت ختم ہو چکی ہے وہ مہر سے اپنے لیے بہت زیادہ رقم رکھنے کی شرط لگاتے ہیں ان کے لیے یہ حرام ہے، حلال نہیں.

ہم اللہ تعالی سے امید کرتے ہیں کہ
وہ اس مشکل میں آسانی پیدا فرمائے" انتہی باختصار

دیکھیں: فتاوی نور علی الدرب (10/
226).

مزید تفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال
نمبر (2491) کے جواب کا مطالعہ
ضرور کریں.

واللہ اعلم.